ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

جوانانِ چمن باہر سے جاکے بن جاتے ہے اور آیا بوئے گل رنگ شاید میری آمد کا

گلدستہ جدید

بہار عشق



خاکسار بندہ کمترین محمد شمس الدین نے حسب فرمایش محبوب علی صاحب

تاجر کتب بازار پتھر گٹی مجلس عالیہ عدالت حیدرآباد دکن کے

مطبع ابو العلاوی مین

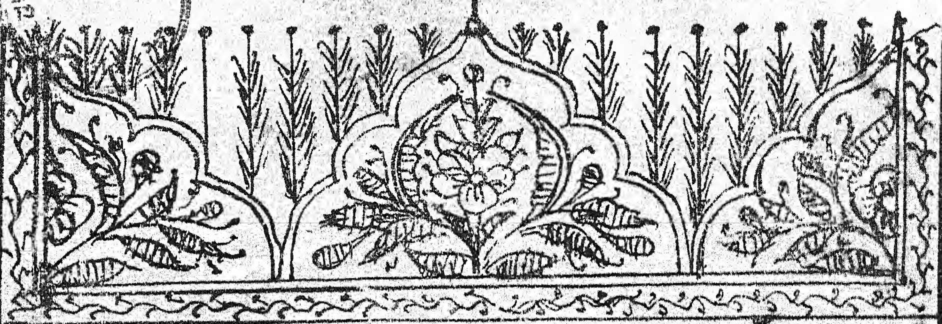
طبع کرایا

1903

تقریظ دل پذیر از نتیجہ خیال جناب مولوی عبد القادر صاحب

چمپا۔ چنبیلی۔ گلاب۔ موگرا۔ جوہی۔ نواڑی۔ سیوتی اپنے اپنے مستانہ رنگ و بو مین روشون پر ایک ہوشیار باغبان کا سلیقہ بیان کرنیکے علاوہ اس بہار کا لطف صبح کے سہانے وقت مین سیر کرنیوالونکی زبان سے ترانہ سننے کی امید یا قیاس چاہتا ہی اوسکے ساتھ ہی خار خزان کے اندیشہ کا ایسا بہیانک سمان آنیوالا متصور ہے جس سے دل بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن ہم ایک ایسے پر بہار باغ مین پہونچاتے ہین۔ جو داغ خزان سے ہر ایک پتہ اور پنکھڑی گہن سے نکھرے ہوئے چاند کیطرح دائمی بیخزان رکہتا ہے آپکو زیادہ انتظار مین رکہنی زحمت ناگوار خاطر ہے اور نیز عام تقریظ لکہنے والون کیطرح شاعرانہ مبالغہ سے مضمون کو ٹھونسا ٹھونس کرنا بھی منظور نہین۔ کہان کا باغ کہان کا مالی کہان کا پہول کہان کی کیاری۔ یہ تو ایک نیا گلدستہ ہے جسکو ہمارے دوست منشی محبوب علی صاحب المتخلص فضا نے بڑی محنت اور تلاش سے شعرائے باکمال کے منتخب غزلونکو جمع کیا ہے۔ فی الحقیقت (بہار عشرت) اسم بامسمی ہے فقط

عبد القادر احمدی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام الملوک ملوک الکلام

غزلیات اعلیحضرت فیض درجت سکندر شوکت دارا حشمت رستم دوران نواب میر محبوب علیخان فتح جنگ فتح الدولہ مظفر الممالک آصف جاہ بہادر دام اقبالہ المتخلص بہ آصف والی ریاست حیدرآباد دکن۔

قصیدہ آصف

چہرہ دکھادو او کملی والے — مصحف بتادو او کملی والے
ہے یان بنا آپ سے پنجتن کی — اُن کا بنا دو او کملی والے
جنت مدینہ ہے کچھ نہیں شک — تھوڑی سی جا دو او [illegible]
یہ آرزو ہے خاک کف پا — سُرمہ بنا دو او کملی والے
محشر کے شافع کیا خوش تعجب — یان بخشوا دو او کملی والے

ہم سے لحد مین جب ہووے پرسش　　کلمہ سکھادو او کملی والے

دنیا ہی دون سے آصف کے دل کو
آپ اب پھرادو او کملی والے

غزل آصف

مژدہ قاصد کا روح افزا تھا　　وہ فرشتہ خدا نے بھیجا تھا
اب یہ جانا کہ ہم کو دھوکا تھا　　دل ہمارا نہ تھا تمہارا تھا
حشر مین بھی کہین گے تجھ سی ہم　　تجھ پہ دعوا تھا تجھ پہ دعوا تھا
جا کے کنج لحد مین ہم سمجھے　　زندگی عمر بھر کا جھگڑا تھا
زلف مین دل اگر نہ تھا نہ سہی　　کیون جی مٹھی مین آپکے کیا تھا
غور کرلو شب فراق کا غم　　مجھ سے کیا پوچھتے ہو تم کیا تھا

اب زمانہ کا رنج ہے آصف
کیا خوشی کا کبھی زمانہ تھا

غزل آصف

حسن پر اپنے نہ اترائیے آپ　　آئینہ دیکھ کے شرمائیے آپ
کون ہے عاشق شیدا دل سے　　فال مین نام نکلوائیے آپ
وصل کے نام پر اقرار انکار　　کچھ نہ کچھ منہ سے تو فرمائیے آپ
آپ کا نام نہ لون گا ہر گز　　میرے مرنے سے نہ گھبرائیے آپ
وصل منظور نہین ہے نہ سہی　　دیکھنے کو تو نہ ترسائیے آپ
جس طرف قصد ہے مین جان گیا　　جائیے جائیے بس جائیے آپ

وصل کا کیجیے پورا اقرار
باتون باتون مین نہ بہلائیے آپ

رات پھر پاؤن دبایا کس نے
میرے سر کی تو قسم کہائیے آپ

آتے ہی جانے کی جلدی کیا ہے
مین نے تاڑا اسے لبِ جھاڑیے آپ

بزمِ دشمن مین مجھے دیکھتے ہی
پہ کہا اُس نے ہوا کہائیے آپ

مین ہون آصف کبھی ڈرنے کا نہین
یہ کسی اور کو دھمکائیے آپ

غزل آصف

دل مین چھپے نقش غم ایک سے دو دو سے چار
بڑھتے گئے دم بدم ایک سے دو دو سے چار

میرے مقدر کی پیچ جتنے ہین سب بے شمار
ہین ترے زلفون مین خم ایک سے دو دو سے چار

وصل کے وعدے ہوئے شاد ہین اغیار سب
ہائے ستم ہائے غم ایک سے دو دو سے چار

ٹکڑون کے دل کے شمار کیا ہو جب اِک آن مین
کردی وہ تیغ دو دم ایک سے دو دو سے چار

شکر کیون کرون اُس کے ہون جب فضل سے
مجھ پہ کرم پہ کرم ایک سے دو دو سے چار۔

ایک کہون دو کہون اور کہان تک کہون
دفترِ آزارِ غم ایک سے دو دو سے چار

عشق کا اللہ رے ذوق واہ رے افراط شوق
خط پہ کئے خط رقم ایک سے دو دو سے چار

دیکھے وہ کعبہ مین کیا جس کے تصور مین ہون
جلوۂ روئے صنم ایک سے دو دو سے چار

دیجئے پھر بوسہ آپ اب کے ہو گنتی درست
گن گئے بھولے سے ہم ایک سے دو دو سے چار

آصف ناشاد کا حال یہ ہے مہربان
تازہ الم تازہ غم ایک سے دو دو سے چار

غزل آصف

یہ فصل بہاران مبارک مبارک
بہار گلستان مبارک مبارک

یہ ہے روز نوروز کی نیک ساعت
خوشی کا سامان مبارک مبارک

عجب کیا ہے انسان کے خط چمن مین
اگر ہو نمایان مبارک مبارک

حمل مین ہے تحویل خورشید شکو
کہے ماہ تابان مبارک مبارک

بر آتے ہین سب آرزوئین امیدین
نکلتے ہین ارمان مبارک مبارک

بہار آئی مرغان گلشن کو مژدہ
ہوئی مشکل آسان مبارک مبارک

گلے سے صراحی کے نکلین صدائین
یہ بزم میناں مبارک مبارک

ہوئے نقش تسخیر اب مہر آصف
یہ جاہ سلیمان مبارک مبارک

غزل آصف

کہا جب اُن کہے کیا ہوا دل
بس اتنی بات سنکر آگیا دل

ہوا چالاک تجھ سے ہی سوا دل
چھلاوا شوخ چنچل چلبلا دل

مرا دل سوز ہے داغ جگر اب
مرا ہمدرد ہے درد آشنا دل

وہ تھی کچھ اور وقت صبح لذت
تڑپ کر مجکو دیتا تہا مزا دل

ترستی ہین یہ آنکھین دیکھنے کو
کرون کیا مین تڑپتا ہی مرا دل

لئے جاتا ہے پھر اُس کی گلی مین
یہ بے غیرت یہ کیسا بے حیا دل

نہ دے اے سنگدل تو رنج اس کو
نہ کر تو ظلم ٹوٹے گا مرا دل

ہماری بندگی ہے ایسے دل کو
نہ دے بندہ کو ایسا بھی خدا دل

ہمارا ہی کبھی تو آشنا تھا
ارے اُو بیوفا نا آشنا دل

خراب و خستہ ہو کر خوب سنبھلا
محبت مین بگڑ کر بن گیا دل

تڑپنے کی جو عادت ہے تو آصف
تسلی سے سوا تڑپا مرا دل

غزل آصف

کیون مر گئے نہ ہجر مین درد جگر سے ہم
شرمندہ کیون نہ ہون شب غم کی سحر سے ہم

سینہ سے بھی تو ڈھونڈ نکالا نگاہ نے
اب دل کہان چھپائین تمہاری نظر سے ہم

چارون طرف سے گھیر لیا دل کو یاس نے
ارمان پکارتے ہین کہ نکلین کدھر سے ہم

برق نگاہ پھر دل بیتاب پر گری
ہم سے نظر بچی نہ کسی کی نظر سے ہم

آنکھون مین رہ کے اور بھی لذت ہوئی نصیب
کیسا گرے ہین آج کسی کی نظر سے ہم

بیتاب کر دیا ہے ہمین شوق دید نے
آگے بڑھے ہین چار قدم راہبر سے ہم

شام شب فراق ہماری گواہ ہے
بیٹھے ہین انتظار مین ابتک سحر سے ہم

ہم سے تو جان مفت مین یون ہی نہ جائیگی
آنکھین چرائین کیون نہ ہماری نظر سے ہم

لو آؤ امتحان کرین حسن و عشق کا۔
کچھ تم بڑھو ادھر سے بڑھین کچھ ادھر سے ہم

سوز درون نے خوب گھلایا ہے صبح کو
باتدین گے چلکے شرط کسی کی کمر سے ہم

آصف جو دل گیا ہے تو جائیگی جان بھی
اب کیا ہی ہے روکتے تھے پیشتر سے ہم

غزل آصف

زبان سے ذکر کا تیرے ہی نام لیتے ہین
ہزار نام کا ہم ایک نام لیتے ہین

سبھی نے بزم مین دیکھا ہی پیار سے انکو
یہ دیکھنا ہے کہ وہ کس کا نام لیتے ہین

اٹھائے جاتے ہین تہم تہم کے ذبح کی لذت
چھری کو ہاتھ سے ہم تہام تہام لیتے ہین

ہمین تو زہر بھی دیتے نہین وہ ہائے ستم
خوشی سے غیر کے ہاتھون سے جام لیتے ہین

دکھاتے پھرتے ہین گلشن مین اپنی رعنائی
کہ شاخ شاخ کا تنکر سلام لیتے ہین

دل آگیا تہا زلیخا کا حسن یوسف پر۔
بھلا وہ مول کب ایسے غلام لیتے ہین

خدا کی شان جو پانی بھی پڑے پیتے تھے
وہ آج چھین کے ساقی سے جام لیتے ہین

پرکھ لو جانچ لو کچھ کھوٹ نقد دل مین نہین
کھرا ہے مال کھرا اسکے دام لیتے ہین

جو سر بھی جائے تو عاشق کبھی نہ لین احسان
وہ خانہ زاد تمہارے غلام لیتے ہین

قصور کوئی کرے اس سے ان کو بحث نہین
غضب تو یہ ہے کہ آصف کا نام لیتے ہین

غزل آصف

آتش غم ہے روز و شب روشن
حال میرا ہے اُن پہ سب روشن

گر گئے ہیں نظر سے شمس و قمر
چہرہ دیکھا ہے اک عجب روشن

وہ ہی چیز ہے سکندر نے۔
راہ ظلمات کی تھی سب روشن

ہم نے دامن پکڑ کے اُن سے کہا
حال اُن پر ہوا ہے سب روشن

یہ سلگ کر کہیں بھڑک نہ اُٹھے
نہ کرو آتش غضب روشن

گر چھوئے اُس کا رخ عدو یارب
جلکے ہو [illegible] اب روشن

اپنی مہندی لگی ہتیلی دیکھ
ید بیضا ہوا ہے اب روشن

جس سے حال اُسکا پوچھیں کہتا ہے
آپ پر ہے حضور سب روشن

وصل کی شب حیا سے وہ کہنا
کیوں رہی شمع بے سبب روشن

پیشتر اس طرح نہ تھا **آصف**
جس طرح داغ دل ہے اب روشن

غزل آصف

تم تو ناحق ہی خفا ہوتے ہو انصاف کرو
اور پھر حد سے سوا ہوتے ہو انصاف کرو

وقت پر کام جو آئیں گے یہی آئیں گے۔
دشمن اہل وفا ہوتے ہو انصاف کرو

منصفی شرط ہے جہاں یوں ہی ہوتی ہیں
تم تو آتے ہی ہوا ہوتے ہو انصاف کرو

داد عاشق کی نہ دی بادشہ حسن ہے یہ
اور سرگرم جفا ہوتے ہو انصاف کرو

ہے برا شیوۂ بیداد سے رسوا ہونا۔
سب میں انگشت نما ہوتے ہو انصاف کرو

مار رکھتے ہو ذرا آنکھ دکھاتے ہو جسے
دوسرے تم تو قضا ہوتے ہو انصاف کرو

یاد بھی ہے کبھی آصف سے ملے ہیں کہ نہیں
آج پابند حنا ہوتے ہو انصاف کرو

غزل آصف

چشم و دل خالی ہین اشک و آہ سے
چل بسے سب اپنی اپنی راہ سے

یون دکھاتا تھا طلسم حسن عشق
ورنہ یوسف کو علاقہ چاہ سے

گر سمجھتے ہجر ہے بعد وصال
کیون دعا ہم مانگتے اللہ سے

پاسبان کا جور دربان کا ستم
پوچھئے اس بندۂ درگاہ سے

دل جلون کی آہ تھمتی ہے کہین
جل گیا عرش معلےٰ آہ سے

پاؤن پر ہے گرد کیا مدفن ملا ہے
آئے ہین یون آپ کس درگاہ سے

جھوٹی قسمین کہا چکے توبہ کرو
فائدہ واللہ سے باللہ سے

وہ بھی دن آئے کرو ہم پر ستم
مانگتے ہین ہم دعا اللہ سے

رنگ فق ہے مو پریشان ہونٹ خشک
خیر ہے یون آئے خلوت گاہ سے

جان دیتے ہین مگر ڈرتے نہین
چاہنے والے تمہاری چاہ سے

خط مین لکھا تھا انہین مرتا ہون مین
شاد ہین وہ مطلب دل خواہ سے

شکر کر آصف کہ وہ کہتے ہین آج
خوش ہوئے ہم مل کے آصفجاہ سے

ٹھمری حضرت آصف

پیا بن ترس گیو موری اکھیان
سنگ ری رین موری پت بیتی
جب سے پیا پردیس سدھارے
آصف پیا ہان ہو گی لڑائی

کون لگائے گلے چھتیان
نیند نہ آئے سکی رتیان
ایک نہ بھیجے لکھ بتیان
غیرون سے کینو تم بتیان

ٹھمری حضرت آصف

چولی کے بن تنگ نہ باندھو دب جائیں گی چھتیاں
جوبن توورے ایسے ابھرے کھوپرے کی بٹیاں
پان کی سرخی ہوں پہ مستی چہرہ پر افشاں
دانت ہیں تورے مثل گوھر موتی کی لڑیاں
آنکھیں رسیلی بھویں کمانی ناک ہے پھینی سی
ایک دو بوسے میں رنگ لائے پیا گلاب کی پتیاں
لکڑ مسل اور باندھا پائی کشتی مشتی سے
نہ موھے ستاؤ نہ مجھے چھیڑو دُکھتے ہیں چھتیاں
آصف جانی دیکھو سنبھلو ان ماہ رویوں سے
داؤں میں آئی دھوکہ کھائی داؤ کی تھی بتیاں

ٹھمری آصف

سیاں نہ مانوں میں توری بتیاں
سیاں ہمارے متوالے بھولے
سانولی صورت کے میں بلہاری
جھٹ لپٹ کر موری بیاں مروری
جوبن پر اپنا ہاتھہ نہ دارو
آصف پیا مجہ سے کر جوراجوری

تم سوئے تھے سوتن سنگ رتیاں
چال چلت ھے لٹ پٹیاں
شملہ باندھا ھے سر پر لٹ پٹیاں
چھوڑو چھوڑو جیا دھل ھی ہٹ جاو رسیاں
موری بالی عمر دکھت چھتیاں
میں تو گلے لگا لی نو چھتیاں

ٹھمری آصف

اجمیری خواجہ دِل سے رکھیو پیار
چاہے تو بخشیں چاہے سزا دیں
انکھیاں ترس گیو دیکھنے کو تورے
آصف سے پھر جائے جو کوئی

ہر دم لیل و نہار اجمیری خواجہ
تیری بڑی سرکار اجمیری خواجہ
روتا ہوں زار و نزار اجمیری خواجہ
اُس پہ خدا کی مار اجمیری خواجہ

ٹھمری آصف

ہم پہ ہو جائے مہر کی نجریاں
راہ باٹ میں کہیں بھولی سکی ری
محبوب علی پاشا تورے بل بل جاؤں

مہر کی نجریاں کرم کی نجریاں
ہم کو بتا دو خواجہ سی ڈگریاں
آصف پیا کی میں لوں گی بلیاں

ٹھمری آصف

چلو ری بہناں گنگا نہانے کو جائیں
ہاتھ میں ناڑا پوڑی گود ملیدہ۔
خواجہ کے دربار سب مِل جائیں
آصف پیا مورا رنگ رنگیلا ہا

مٹکیاں بھر کر لائیں ہا
من کی مرادیں پائیں ہا
کارن اپنا سنائیں ہا
جلسے خوشیاں منائیں ہا

غزلیات داغ۔ مرزا خان صاحب فصیح الملک

شاگرد محمد ابراھیم ذوق دہلوی



تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دل رُبا جاتا رہا
دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا۔

جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی۔
جو بھروسہ تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا

میں نے دیکھا اون کی زلفوں کو تو فرمانے لگے
آپ کا دل کھل پڑا گم ہوگیا جاتا رہا

مرگ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجھ کو ملال
دشمنی کا لطف شکوؤں کا مزا جاتا رہا

ہوسکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے
ذہن میں آتے ہی آتے مدعا جاتا رہا

اچھی صورت کی رہا کرتی ہے اکثر تاک جھانک
رہ گئیں آنکھیں مگر وہ دیکھتا جاتا رہا

کس قدر ان کو فراق غیر کا افسوس ہے
ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا

دیکھو دیکھو مجھ پہ برساتے رہو تیر نگاہ۔
صید جس دم آنکھ سے اوجھل ہوا جاتا رہا

داغ کچھ درہم نہ تھا جس کا ہو نہیں ہوتا ملال ہوگیا گم ہوگیا جاتا رہا جاتا رہا	

وعدہ پہ اون کے بات بنائی ہوئی سی ہے — کھائی ہے وہ قسم کہ جو کھائی ہوئی سی ہے

کس بوالہوس کے خون میں تم رنگی ہیں ہاتھ — اتری ہوئی حنا یہ لگائی ہوئی سی ہے

چھایا ہوا ہے بزم عدو کا خمار سا — آنکھوں میں تیرے نیند سمائی ہوئی سی ہے

تم دل سے مہربان ہو اس کا یقین نہیں — یہ طرز التفات اڑائی ہوئی سی ہے

دہویا ہے تم نے تیغ کو باقی ہے نم ابھی — یہ خون میں کسی کے نہائی ہوئی سی ہے

میرا نشاں جو کوچۂ جاناں میں دیکھیے — اک مشت خاک وہ بھی اڑائی ہوئی سی ہے

دست فلک سے ہائے میری سرنوشت نے — موہوم اک لکیر مٹائی ہوئی سی ہے

چشمک زنی نہ کی ہو کسی چشم مست نے — نرگس کی آنکھ آج لڑائی ہوئی سی ہے

رنگت اوڑی ہوئی سی ہے کیا آج داغ کی
چہرہ پہ مردنی ہی تو چھائی ہوئی سی ہے

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں — وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں

وعدہ ابھی کیا تھا ابھی کھائی تھی قسم — کہتے ہو پھر کہ ہم تجھے پہچانتے نہیں

چھوٹے گی حشر تک نہ یہ مہندی لگی ہوئی — تم ہاتھ میرے خون میں کیوں سانتے نہیں

سرباز و جاں نثار محبت وہ ہیں دلیر — رستم بھی ہو تو کچھ اسے گردانتے نہیں

تن جائیں گے جو سامنے آئے گا آئینہ — دیکھیں تو کس طرح وہ بھویں تانتے نہیں

نکلا ہے جو زبان سے اس کو نباہتے — ایسی وہ اپنے دل میں کبھی ٹھانتے نہیں

کیا داغ نے کہا تھا جو ایسے بگڑ گئے
عاشق کی بات کا تو برا مانتے نہیں

ہر بات سے ہے شوخی فتنہ گر کی — شوخی ہے خراج میں نظر کی ہے

تاثیر ہوئی ہے کس نظر کی
وہ آنکھ نہیں ہے نامہ بر کی

آنا نہ شب وصال اے مرگ
مہماں ہے عمر رات بھر کی

مقبول نہ ہو دعائے عاشق
ہر دم ہے یہی دعا اثر کی

خاطر سے مرے یا عدو کے خاطر
گو اپنے خلاف تھی مگر کی

زانو پہ ترے رہا تھا جب سے
لیتا ہوں بلائیں اپنے سر کی

کیوں آئی صبا تری گلی میں
پھرنے والی ہزار گھر کی

کیا تاب ہے خیر ہو الٰہی
رکھتی ہے زبان نامہ بر کی

کچھ صبر کئے سے بن نہ آیا
یوں ہی تو بہت دنوں بسر کی

اے شمع ہمارا ساتھ دینا
تکلیف ہے اور دوپہر کی

اے داغ وہ لطف کیا کریں گے
احسان کیا جفا اگر کی

نہیں ہوتی بندے سے طاعت زیادہ
بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

محبت میں سو لطف دیکھے ہیں لیکن
مزا دے گئی ہے شکایت زیادہ

مریض محبت کی اچھی دوا کی
اوسے آج ہے کل سے غفلت زیادہ

وہ تشریف لاتے ہی بولے کہ رخصت
نہیں ہم کو ملنے کی فرصت زیادہ

الٰہی زمانہ کو کیا ہو گیا ہے
محبت تو کم ہے عداوت زیادہ

عدم سے سب آتے ہیں یاں چار دن کو
نہیں ہوتی منظور رخصت زیادہ

تم آئینہ دیکھو تو ہم بھی یہ دیکھیں
کہ ہے کون سا خوبصورت زیادہ

مری بندگی سے مرے جرم افزوں
ترے قہر سے تیری رحمت زیادہ

حیا اوس کی آنکھوں میں کیونکر ہو یارب
کہ شوخی سے بھی ہے شرارت زیادہ

بنے حوض مے صحن میخانہ بھر کر
زیادہ برس ابر رحمت زیادہ

بہکتے نہ تھے داغ یوں گفتگو میں
مگر پی گئے آج حضرت زیادہ

امیر۔ جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی لکھنوی مرحوم و مغفور تلمیذ حضرت اسیر لکھنوی مرحوم و مغفور

آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا۔
دروازے سے ہی گھر تک سارا ظہور تیرا۔

جنت میں بھی ہے چرچا ای رشک حور تیرا
شہرہ ہے اللہ اللہ اب دُور دور تیرا

تو مہر تیرے آگے سب قطرہ ہاے شبنم
ان کا کہاں ٹھکانا جب ہو ظہور تیرا

اے چشم شوق وہ تو ہر رنگ میں ہے ظاہر
اب بھی جو تو نہ دیکھے تو ہے قصور تیرا۔

میں آئینہ ہوں تیرا تو آئینہ ہے میرا۔
تجھ میں ظہور میرا مجھ میں ظہور تیرا

مدہوش عشق ہو کر جا بزم معرفت میں
پر وہ نہ بیچ میں ہو غافل شعور تیرا۔

ہے بے خودی ہی جس سے ہوتا ہے قرب حاصل
غائب جو آپ سے ہو پائے حضور تیرا

خورشید و ماہ سب میں جلوے ترے ہیں لیکن
ایسی کہاں ہیں آنکھیں دیکھیں جو نور تیرا

اے دل جو اُس کے غم کو تجھ میں جگہ ملی ہے
رکھا ہے نام ہم نے دار السرور تیرا

ناداں امیر ناحق امیدوار ہے تو
دل لیکے پھیر دیگا وہ اب ضرور تیرا

غزل امیرؔ

غم نہیں جی تن سے نکلا دل گیا
مل گئے تم مجھکو سب کچھ مل گیا

بولے وہ سینہ پہ میرے رکھکے ہاتھہ
کہئے اب تو اضطراب دل گیا

اے نگاہ یاس تیرا ہو برا
گھر تلک روتا ہوا قاتل گیا

تیغ قاتل ہے اے باد بہار
جب چلی وہ غنچہ دل کھل گیا

برہمن کو بت مجھے تو اے صنم
جس نے جو مانگا خدا سے مل گیا

جمع ہیں سینہ میں پیکان تیر کے
سیکڑوں دل ہیں اگر اک دل گیا

خواب میں آنکھیں جو تلوں سے ملیں
بولے اُف اُف پانوں میرا چھل گیا

اوس کا رخ پھرتے ہی آنکھیں پھر گئیں
ہوا ادہر قاتل ادہر بسمل گیا

واے قسمت غافل آیا میں امیر
عمر بھر غافل رہا غافل گیا

غزل امیر

ہجوم ایسا لگا ہوں کا ہوا ہی اونکی چلمن پر
کہ ڈھیرے پڑے جالیکے پڑی ہیں روی روشن پر

الہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھہ محشر میں
کبھی جیب کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامن پر

دورنگی سے نہیں خالی ہے کوئی بات اس بت کی
پیام صلح لب پر جنگ کے آثار چتون پر

تڑپتا ہے دل بسمل کہیں ایذا نہ ہو تم کو
قدم رکھو تو بسم اللہ کہکر میری مدفن پر

شرار آتش دل ہیں کہ قطرے اشک خونیں کے
نظر آتی ہیں کچھ چنگاریاں سی جیب و دامن پر

نہ کرتا می سے توبہ تو ابھی ہرگز نہ میں مرتا
جو سچ پوچھو تو میرا خون ہے قاضی کی گردن پر

میں جب کہتا ہوں اس سے مجکو تیری شرم نے مارا
تو شوخی سے صبا الزام رکھدیتی ہے چتون پر

نگاہ گرم سے اُبھری ہوئے سینہ کو جب دیکھا
تو وہ بولے کہ دیکھو آنچ آجائے نہ جوبن پر

امیر اوس کی ادا سے ایک عالم کی قضا آئی
پڑھے گا فاتحہ اب کون آکر کس کے مدفن پر

غزل امیر

اوسکی حسرت ہے جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں
ڈھونڈھنے اسکو چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں

چٹکیاں لینے سے دل میں وہ کریں تو انکار
داغ کچھ دور نہیں ہے کہ دکھا بھی نہ سکوں

دل میرا دزدِ حنا مجھ سے چھپا کر بولا
کیا یہ جوبن ہے کسی کا کہ چرا بھی نہ سکوں

وصل میں چھیڑ نہ اتنا اسے اے شوقِ وصال
کہ وہ روبیٹھے تو کسی طرح منا بھی نہ سکوں

ضبط کمبخت نے اور آکے گلا گھونٹا ہی
کہ اسے حال سناؤں تو سنا بھی نہ سکوں

ہائے کیا سحر ہے یہ حسن کہ مانگیں جو حسین
دل بچا بھی نہ سکوں جان چرا بھی نہ سکوں

منہ پہ قاضی کے میں کہدوں نگہِ حسنِ پرست
عشق کچھ کفر نہیں ہے کہ جتا بھی نہ سکوں

اُن کے پہلو میں جو لیجاکے سلاؤں دلکو
نیند ایسی اسے آئے کہ جگا بھی نہ سکوں

اے امیر اپنی غزل ہے کوئی آیت یہ نہیں
کہ گھٹا بھی نہ سکوں اور بڑھا بھی نہ سکوں

غزل امیر

نئی شاید نکلوائی ہے اُس نے گونج بالے میں
کھٹک ہر روز سے بڑھکر ہے میرے دل کے چھالے میں

مزے جتنے تھے باغ دہر میں سب چن لئے دل نے
نہ ایسا زخم ہے گل میں نہ ایسا داغ لالے میں

خط اس عارض کا جب سے چھپ گیا ہے میری نظروں سے
نگہ یون آنکھ مین چبھتی ہے کانٹا جیسے چھالے مین
یہی ہے شرم تو وہ آ چکے آغوش مین میرے ؛؛
جھکا لینا ہے آنکھین چاند ہو تا ہے جو ہالے مین
ہزارون خار پیاسے وادئے الفت مین ہین یارب ؛
پلاؤن کس کو کس کو بوند بھر پانی ہے چھالے مین
ادہر بھی اک نگاہ لطف خم کی خیر اے ساقی ؛
ہمین بھی ایک چلو سے کسی ٹوٹے پیالے مین
تڑپتے عمر گذری یار آئے یا اجل آئے ؛؛ ؛
خداوندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے مین ؛
چمن سے خانہ صیاد تک زندہ نہ پہونچون گا ؛؛
کہ دم اٹکا ہے نرگس مین تو جان اٹکی ہے لالے مین

امیر اوس نازنین پر ہے گران بیلا چمیلی تک
پہنتا ہے پرد کر پھول جوہی کے وہ بالے مین

غزل امیر

آہ شرر فشان مین ہمارے اثر نہین
پھولا پھلا درخت ہے لیکن ثمر نہین
ایسے ہین مست بادۂ حسن و جمال سے
میری خبر کہان انہین اپنی خبر نہین
ہم بے قرار لوٹتے ہین کب سے خاک پر
آسودگان خاک تمہین کچھ خبر نہین
محفل مین شمع باغ مین شبنم فلک پر ابر
کس کی ہے آنکھ جو میرے ماتم مین تر نہین

بوسہ جو سنگ در کو دیا بول اُٹھا وہ شوخ
گھر جانے کا ابھی سے ارادہ نہ کیجئے

بندے کا ہے مکان خدا کا یہ گھر نہین
یہ میرے درد دل کی چمک ہے سحر نہین

دنیا ہے طرفہ میکدۂ بیخودی امیر
سب مست ہین کسی کو کسی کی خبر نہین

غزل امیر

مار ہی ڈالتے ہین گیسوؤن والے دل کو
ہون مین بیکس کوئی ہمدم ہے نہ غمخوار مرا
ٹوٹ کر آبلے ناسور ہوئے جاتے ہین
کوئی پامال بھی کرنے کو نہین لیتا ہے
مُغبچے دختر رز سے تھی لگاوٹ مین سوا
ہو گیا سرد تڑپ کر تو وہ بولے ہی ہے
اپنے مطلب کا انہین آ ہی گیا کیا گھات مین
سخت نادان ہے کہ ملتا ہی وہ پاؤن کے تلے

پیچ پر پیچ ہین اللہ بچالے دل کو
درد ہی اُٹھکے سنبھالے تو سنبھالے دل کو
ہائے چلنی کئے دیتے ہین یہ چھالے دل کو
مجھکو دو بھر ہے کرون کسکے حوالے دل کو
تاکتے رہتے ہین یہ میکدے والے دل کو
کیا ہوا آج مرے چاہنے والے دل کو
ناز سے مانگتے ہین ناز وکے پالے دل کو
کچھ بھی سمجھے تو کلیجے سے لگا لے دل کو

کہتے ہین شوق سے آئین مری محفل مین امیر
ساتھ لائین نہ مگر لوٹنے والے دل کو

غزل امیر

تیغ کھینچے جو یار آتا ہے
دیکھکر مجھکو چتونون سے کہا
درد دل مین میری تسلی کو

اور بھی مجھکو پیار آتا ہے
وہ تمہارا شکار آتا ہے
گریہ بے اختیار آتا ہے

تمکو آتا ہے پیار پر غصہ ‏ مجھکو غصے پہ پیار آتا ہے
زندگی مین کبھی نہ آئیگا ‏ مرگئے پر قرار آتا ہے
ذبح کے وقت اس کی گھبراہٹ ‏ دیکھکر مجھکو پیار آتا ہے
فتنہ کہتے ہین دیکھکر اسکو ‏ فتنۂ روزگار آتا ہے

جائے شکوہ میری زبان پہ پھیر
شکر بے اختیار آتا ہے

غزل امیر

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے ‏ مین روتا ہون اُنکو ہنسی سوجھتی ہے
یہ آتا ہے جی مین کہ کوثر کو چلئے ‏ خرابات مین دور کی سوجھتی ہے
یہان تو مری جان پر بن رہی ہے ‏ تمہین جان من دل لگی سوجھتی ہے
جو کی مین نے جوبن کی تعریف بولے ‏ تمہین اپنے مطلب ہی کی سوجھتی ہے
پڑا ہے یہان دیدہ و دل کا رونا ‏ تمہین آئینہ آرسی سوجھتی ہے
کمر کی رعایت شب وصل کیسی ‏ کہین ایسے مین نازکی سوجھتی ہے

امیر ایسے ویسے تو مضمون ہین لاکھون
نئی بات کوئی کبھی سوجھتی ہے

غزلیات مائل - جناب احمد حسین صاحب ڈاکٹر شاگرد مولوی مرزا علی صاحب صفی

حشر میلا ہے خوش جمالون کا ‏ نام نکلے گا حسن والون کا۔
دیکھو دیکھو قدم پہ سر آیا ‏ زلف کے لمبے لمبے بالون کا۔

بڑھ گیا حسن بوسہ لینے سے
کھل گیا اور رنگ گالون کا

جمع ہین میری قبر پر گلرو
آج میلا ہے پھول والون کا

حشر کا غلغلہ ہے کس کا نور
تیری چھاگل کا میرے بالون کا

ناک کو آنکھہ کو مبارک ہو
بو پسینے کی رنگ گالون کا

اون پہ اک پردہ اوسپہ سو پردے
عشق بھی عشق حسن والون کا

اور کیا ہے خیال رنگا رنگ
ایک جلوہ مرے خیالون کا

دل جگر پھک رہے ہین اے مائل
ساتھ دو تم بھی جلنے والون کا

غزل مائل

اے عرش سمٹ کر تو ہتیلی مین گر آئے
تجھ مین نہ کبھی دل کا تماشا نظر آئے

دیکھون تجھے مین دل مین یہ ارمان بر آئے
عینک وہ ملے جس سے مجھی تو نظر آئے

جانا ہی اچھا کہ اشارہ سے ہو کچھ بات
وہ ہاتھ ہلا کر تو یہ پوچھین کدھر آئے

یہ کیا کہ جوانی مین گرین دانت پکین بال
پیری وہی اچھی ہے کہ جو وقت پر آئے

اللہ جوانی مین نزاکت کا نگہبان
کچھ بوجھ زیادہ ہوا جوبن اُبھر آئے

ایسی کوئی تدبیر بتا مجھکو کہ ہر روز
تیری خبر آئے مرے گھر کی خبر آئے

میرے نگہ شوق سے گھونگٹ نے تو روکا
کس طرح سے روکو گے اُمڈ دل اگر آئے

وعدے سے کسی کے نہ ہوئی دل کو تسلی
جب بات ہو جھوٹی تو کہانسے اثر آئے

دیکھو تو یہ میخانہ ہے مسجد نہین مائل
کیا بھول گئے راستہ حضرت کدھر آئے

غزل مائل

دل اوس کو دیدیا جسے پہچانتے نہین
ہم اُس پہ مر رہے ہین جسے جانتے نہین

مُنہ چوم کر کرین گے نظارہ چھپا نہ منھ
قرآن کو بوسے لیتے ہین گردانتے نہین

تم سا ہے اس مین کون تم اک وار تو کرو
آئینہ دیکھتے ہو بہو ہین تانتے نہین

سب لے رہی ہین شربت دیدار کے مزے
کیون باندھکر نقاب اُسے چھانتے نہین

دیکھے جو مجھکو ہنس کے کہے رحمت خدا
ہم اِس گناہ گار کو پہچانتے نہین

کیا میٹھی میٹھی باتین ہین کیا بھولی بھولی شکل
کہتی ہے کم سنی ابھی کچھ جانتے نہین

انکار وصل مین بھی ہین اُلفت کی شوخیان
میرے ہی دل مین رہتی ہین پر مانتے نہین

ہم اور معرفت تیری یارب معاف کر
ابتک خود اپنے نفس کو پہچانتے نہین

مائل یہ کیا تمہین بھی ہین دعوے بڑے بڑے
سب کچھ وہ جانتے ہین جو کچھ جانتے نہین

غزل مائل

یہ ٹکڑے چاند کے دیکھو تو کس محفل مین رہتے ہین
جو اُن کو پیار کرتے ہین اُنہیکے دلمین رہتے ہین

برنگ شمع و فانوس ایک ہی محفل مین رہتے ہین
ہم اون کی انجمن مین وہ ہمارے دل مین رہتے ہین

چمک جاتی ہے بجلی طور کے گھونگٹ اُٹھاتے ہی
پڑے رہتے ہین غش مین جو تیری محفل مین رہتے ہین

ہمارے گھر یہ دو عالم کا جلوہ ہونیوالا ہے
نکل کر سبکے دل سے وہ ہمارے دل مین رہتے ہین

ہماری بدگمانی ہم کو کافر ہی بنا دے گی
خدا بھی دل مین رہتا ہے یہ بت بھی دلمین رہتے ہین

جو خوش ہو کر کے اپنے عاشقون کی اُٹھ گئی آنکھین
نظر بازی کے لپکے اُنکی اب گل مین رہتے ہین

گلے پر جبکہ چلتا ہے تو خنجر وجد کرتا ہے
قیامت کے مزے بیتابی بسمل مین رہتے ہین

مری آنکھو نپہ آنکھین رکھکے لیلیٰ مجکو دیکھیگی
کہ دیدے چاک بنکر پردہ محمل مین رہتے ہین

خدا تو جلد مل جاتا ہے لیکن بت نہین ملتے
یہ کافر لامکان کی آخری منزل مین رہتے ہین

شہادت کی تمنا کیون نہ ہو عاشق مزاجونکو
کہ حورون کے اشارے خنجر قاتل مین رہتے ہین

وہ خلوت مین وہ جلوت مین جدا ہوتے نہین مائل
کہ دن بہر آنکھ مین پھرتے ہین شب بہر دل مین رہتے ہین

غزل مائل

اقرار ہے کہ بات بنائی ہوئی سی ہے
لفظون مین کچھ ہنسی بھی ملائی ہوئی سی ہے

ہوتا نہ عشق منہ نہ دکہاتے جو ہم کو آپ
خود لگ گئی یہ آگ لگائی ہوئی سی ہے

اس کو تو دل چرانیکے سو ڈہنگ یاد ہین
تیری نظر سکہائی پڑہائی ہوئی سی ہے

ہنستے ہین سنکے وہ مرا دعوے بے دلیل
ہر بات چٹکیون مین اڑائی ہوئی سی ہے

چومی ہے کیا کسی نے ترے ہاتھ کی لکیر
دنبالہ کی لکیر مٹائی ہوئی سی ہے

بے پردہ حسن اور اچھوتا غلط دروغ
کہائی ہے چیز وہ کہ جو کہائی ہوئی سی ہے

گر حکم ہو تو ہاتھ سے دیکہین ٹٹول کر
سینے پہ چیز کچھ ابھر آئی ہوئی سی ہے

اب بیٹھ جاؤ تم میرے زانو پہ رکہہ کے سر
نشہ چڑہا ہے نیند بھی آئی ہوئی سی ہے

مائل کسی کے وعدہ پہ اللہ رے خوشی
گویا تری مراد بر آئی ہوئی سی ہے

جلال جناب حکیم میر ضامن علی صاحب لکھنوی

سامنے میرے حیا نے اونہین آنے نہ دیا۔
خاک مین نیچی نگاہون سے ملانے نہ دیا

مرنے دیتی نہین امید وصال جانان
دل کے آنے نے نہین جان سے جانے نہ دیا

ڈھونڈ لیتی مری آنکھین وہ جہان تہا روپوش
بدگمانی نے ٹھکانا ھی بتانے نہ دیا ؏

لاکھہ سینے کو دوپٹے سے چھپاتے رہے تم
خودنمائی کی امنگون نے چھپانے نہ دیا

رہ گیا چھیڑ کے کچھ ہم کو سر بزم کوئی ؏
شرم کمبخت نے ہنس ہنسکے رولانے نہ دیا

مٹ گئے وہ بھی مٹے تم جو محبت مین جلال
پر نہ کہنا کہ مرا ساتھہ وفا نے نہ دیا ؏

غزل جلال

کاٹ کر پچھتاؤ گے حلق ایک بے تقصیر کا
دیکھہ لو گے رنگ لانا خون دامن گیر کا

آبلے تلوؤن کے ہین صحرانوردی مین رفیق
ساتھہ ہے وحشت مین بھی پھوٹی ہوئی تقدیر کا

کچھ سزا دیجئے پھر کیجیے عفو قصور ؏
مجرم الفت بہت مشتاق ہے تعزیر کا

یاد نے اگر دل بیتاب کو ٹھہرا لیا ؏
اب تسلی کام ہے اُس شوخ کی تصویر کا

بھکے او کمبخت اوس کا ناز سے کہنا جلال
رہ گیا تھا تو ھی اک عاشق مری تقدیر کا

غزل جلال

سینے سے جائے دل ہی مجھے کچھ اس کا غم نہین
کہتی ہے یاد دوست گیا دل تو ہم نہین

ہم پاؤن پر گرے ہوئے ہون اور تم کہو
ٹکرائین سر کو آپکے بچھ وہ قدم نہین

میت پہ آکے میری جو بے پردہ ہو گئے
کیا ہو گیا یقین کہ آنکھون مین دم نہین

کہنا کسی کا دیکھے شب وصل گالیان
اتیر کوئی گلہ مرے سر کی قسم نہین

سو لطف اک عتاب مین پاتا ہون مین جلال
ان کی جفا جفا ستم اون کا ستم نہین

غزل جلال

یہ عشق کا روگ اگر سمجھائے تو کاش آ گئے قضا کسی کی ؎
دعا نہ ہو کارگر جو یارب کہین لگے بددعا کسی کی

کوئی جفاکش ہی جب نہ ہوگا تو کیون رہے گی جفا کسی کی ؎
نہ بہول کر پھر ستم کروگے جو یاد آئے وفا کسی کی

اسیر زلفون مین دل مرا ہے کہ جا کے چوٹ مین پہنس گیا ہے ؎
کوئی کس آفت مین مبتلا ہے یہ حال جانے بلا کسی کی

مرا یہ کہنا تم اپنے بیمار کو جو پوچھو تو جی اوٹھے وہ ؎ ؎ ؎
ادا سے اون کا جواب دینا کہین ٹلی ہے قضا کسی کی

وہ بت کچھ ایسا خفا ہوا ہے کہ ہم سے من مکے روٹھتا ہے ؎
بگڑ کے بنتی ہی اب نہین ہے نہ یون بگاڑی خدا کیسکی

بلا کا طوفان ہے محبت نہ اس سے نکلا کوئی سلامت ؎
ڈبوتی ہے بن کے سیل آفت نہین ہے یہ آشنا کیسکی

ابھی تو خلوت مین شوخیان تہین ابھی یہ کیون آنکہین نیچی کرلین ؎
کہان سے شرم آگئی نگہ مین کدہر چھپی تھی حیا کسی کی

ہمین پس دفن کوئی روئے تو خیر چپکے ہی چپکے روئے ؎
لحد مین بے چین روح ہوگی جو مر کے سن لی صدا کیسکی

نہ دل کے دینے مین عذر ہم کو نہ جان دینے مین مضائقہ ہے ؎
اب آگے دیکہین پسند کرتی ہے کسکو دلکش ادا کیسکی

مریض ہجران کو آکے کو سو کہ مر کے ہوجائے صحت اُس کی
دعا بدسے تو منہ نہ موڑو اگر ہے لینا دعا کسی کی
وہ اُبھرے سینہ کی دل ربائی وہ اُٹھتے جوبن کی خود نمائی
جلال کس وجہ آج کل ہے نہ ہو نام خدا کسی کی

غزل جلال

اونکا ادہر نہ آنا غضب ادہر اجل کے — اور اپنی شب گذاری وہ کروٹیں بدل کے
سینہ کی کچھ خبر لو بیٹھو ذرا سنبھل کے — دیکھو کہاں دوپٹہ آیا کہاں سے ڈہل کے
عاشق کا دم بھی نکلے جب بھی تم آکے دیکھیں — بے دید کس قدر ہیں معشوق آجکل کے
انگڑائیاں کسی کی کیا اوس کو یاد آئیں — دل رہ گیا ہمارا دو ہاتھ کیوں اچھل کے
وہ شوخ وصل کی شب میں نکہ ہم سے روٹھا — بگڑا ہوا مقدر بگڑا سنبھل سنبھل کے
سو کر اوٹھے ہو تم کیا اک حشر سا ہے برپا — فتنہ یہ کیسا جاگا دیکھو تو آنکھیں مل کے
شوق اوسکے دیکھنے کا سینہ سے لیے ہی نکلا — بدراہ ہوگیا دل آنکھوں کے ساتھ چل کے

توبہ کا ہے جلال اب اللہ ہی نگہبان
شیشے ہوئے لبالب جام شراب چھلکے

شوق - جناب محمد مراد علی صاحب سندیلوی تلمیذ حضرت اسیر لکھنوی مرحوم و مغفور

دل میں اوسیکے نور کا میرے ظہور تھا — ای برق حسن گھر یہ کبھی رشک طور تھا

جنت کا بعد مرگ رہا لطف قبر مین پا — کنج لحد میری لئے آغوش حور تھا پا

پہونچا یا اوس مقام پہ اس عشق نی جہان — سایہ مرا رقیب صفت مجہ سے دور تہا

دل پہینک دون نکال کی چاہت کا لیجو نام — اتنی سی بات پر تمہین اتنا غرور تہا

تا گور آتے میت عاشق کیساتہہ ساتہہ — احسان مسافران عدم پر ضرور تہا

مین مست باغ مین بھی مئی زہد سے رہا — ہر ایک پہول جام شراب طہور تہا

اے شوق دیکھا گنگا کا میلہ نہ تم نے حیف
نزدیک لکھنؤ سے بہت کانپور تہا

غزل شوق

دیکھون جلوہ وہ نقاب رخ روشن بنکر — سیر گلشن کی کرون بلبل گلشن بنکر

لاش مرقد مین ہم آغوش رہیگی اون سے — چین سی سوئیگی دلہن یہ سہاگن بنکر

خاک بن بنکے اڑائیگی تجسس مین ترے — روح بہٹکیگی تری راہ مین جوگن بنکر

ہے قضا سر پہ کہڑی شوق زیارت دلمین — موت پیچھے پڑی ہے مری دشمن بنکر

درد فرقت مین جو مر جاؤنمین مشتاق جمال — روح جائیگی مدینہ کو بروگن بنکر

دہیان زلفون کا رہیگا پس مردن دل مین — آکے تربت مین ڈسیگی مجھے ناگن بنکر

مجہ سیاہ کار کو یثرب مین بلا لو مولے — نہ رہے ہند مین مٹی مری پاپن بنکر

رونمائی کے لئے لائیگا رضوان حرین — لاش جنت مین مری جائیگی دلہن بنکر

حال ہر عضو بدن اپنا کہے گا اے شوق
دوست وان دین گے گواہی یہی دشمن بنکر

شاعر - جناب آغا شاعر صاحب قبلہ قزلباش دہلوی -

جنس دل کا کہین دنیا مین خریدار نہین
کوئی بھی اب کے زمانہ مین وفادار نہین

تم وہ ہو قول بھی لیتے ہو تو جی ڈرتا ہے
ہم وہ ہین جان بھی دیدینے سے انکار نہین

وہی تم تھے مری آغوش مین کل خود آئے
اب وہی تم ہو کہ وہ آنکھہ نہین پیار نہین

ہم وفا بھی کرین تو قدر وفا نا ممکن ہے
تم جفائین بھی کرو پھر بھی گنہگار نہین

پھیر دیجے دل بیتاب ہمارا ہمکو
کوئی حجت تو نہین جھگڑا نہین تکرار نہین

یہہ بھی کہتے ہین کہ تجھ سے بھی ملینگے اکدن
یہ بھی کہتے ہین کہ وعدہ نہین اقرار نہین

تا بہ کے آپکی فرقت کو سہے جائے کوئی
آخرش مین بھی تو انسان ہون دیوار نہین

کون اس رنگ سے لکھیگا غزل اے شاعر
یہ کلیجے کے ہین ٹکڑے مرے اشعار نہین

غزل شاعر

چار دن کا ہے تماشا دیکھہ لے
دیکھتی آنکھون سے دنیا دیکھہ لے

پھر چلا کہکر ابھی آتا ہون مین
پھر چلا ہم سے ہی فقرا دیکھہ لے

خار حسرت چبھہ نہ جائے دل نہ لو
پھول توڑے بھی تو کانٹا دیکھہ لے

اب گھڑی ساعت کا ہی بیمار غم -
دیکھنا ہے تو کہین آ - دیکھہ لے

سختیان سہتا ہون تیری رات دن
ہے یہ میرا ہی کلیجا - دیکھہ لے

تجھ سے اتنا ہی نہین ہوتا کبھی
دو گھڑی میرا تڑپنا دیکھہ لے

اس لئے پیدا کیا شاعر تجھے
آدمی اچھے سے اچھا دیکھ لے

فضا - جناب منشی محمد محبوب علی صاحب خلف محمد اعظم صاحب صاحیہ آبادی

کیون ہمین اشکبار کرتے ہو
راز کیون آشکار کرتے ہو

مسکرا کر یہ مجھ سے کہتے ہین
دل سے تم کس کو پیار کرتے ہو

لطف جب ہو کہ وہ قضا نہ کہین
کیون ہمین بیقرار کرتے ہو

عکس اپنا مجھے دکھا کے کہا ؎
جان کس پر نثار کرتے ہو ؎ ۔

کہ یہ قتل کی ہے تیاری
تیغ کیون آب دار کرتے ہو

آپ کی بات کا یقین کس کو
جھوٹے وعدے ہزار کرتے ہو

مجھ سے عاشق تو سیکڑون ہونگے
دل سے پھر کس کو پیار کرتے ہو

ہچکیان آرہی ہین فرقت مین
یاد کیون بار بار کرتے ہو ۔

جان پیاری ہے تو جناب فضا
کیون حسینون کو پیار کرتے ہو

غزل فضا

آنکھ اغیار سے ہر بار لڑایا نہ کرو ۔ ؎
بجلیان عاشق مضطر پہ گرایا نہ کرو

اپنے عاشق سے کبھی آنکھ چرایا نہ کرو
رُخ روشن کو دوپٹہ سے چھپایا نہ کرو

راز دشمن کا کبھی ہم سے چھپایا نہ کرو ۔
سر پہ اس طرح سے قرآن اُٹھایا نہ کرو

کیا غضب کرتے ہو سایہ نہ کسیکا ہو جائے
بال کھولے ہوئے تم بام پہ آیا نہ کرو

کہہ گئے صبح شب وصل عجب ناز سے وہ
آپ مہمان کبھی ہم کو بلایا نہ کرو

وہ شب وصل کس انداز سے فرماتی ہین
چھپکے بیٹھے رہو تم ہاتھ لگایا نہ کرو

جو کہون گا وہ تمہاری ھی بہلے کی ہو گی
چٹکیون مین مری باتون کو اڑایا نہ کرو

کم نہین سوز تپ ہجر غریبون کے لئے
رشک دشمن سے مری جان جلایا نہ کرو

قتل ہی کرو و نہین جان کی پروا لیکن
دمبدم ناز سے تلوار دکھایا نہ کرو

صبر پڑ جاے نہ تم پر دل مضطر کا کہین
مجکو اس طرح مری جان جلایا نہ کرو

ای فضا ہین یہ حسینان جہان سب بے فیض
بہول کر دل کبھی تم ان سے لگایا نہ کرو

غزل فضا

محبت مرے دل مین چہائی تمہاری
کرون پہر نہ کیون کر گدائی تمہاری

لگائے کس امید پر کوئی دل کو
کہ مشہور ہے بیوفائی تمہاری

مرے منہ پہ تم مجکو دیتے ہو گالی
ہے اے جان اچھی صفائی تمہاری

مزہ تھا لپٹتے تھے اک شوق سے ہم
شب وصل مین ہاتھا پائی تمہاری

مری سیدہی باتو نپہ ہوتے ہو ٹیڑھی
یہ اچھی نہین کج ادائی تمہاری

ادہر تم گئے جان ادہر تن سے نکلی
ہے صبح قیامت جدائی تمہاری

فضا سر پہ ہے فضل خالق تو کیا ڈر
کرین لاکھ دشمن برائی تمہاری

حضرت محشر لکھنوی

ہمراہ دل جگر بھی گیا کیا برا ہوا	محشر چلو نجات ہوئی فیصلہ ہوا
برگشتگی نصیب کی تھی یہ شب وصال	جلنا سُنا یا یار کو اُتنا خفا ہوا
خوش ہوں جگر میں درد اُٹھا مجھ ضعیف کے	کروٹ بدلنے کا تو کوئی آسرا ہوا
اون کا حجاب بڑھتا ہی جاتا ہے ہجر میں	یہ بھی ہمارے دل کا مگر حوصلا ہوا

محشر تمہارے درد کے نالوں سے ہجر کی
سب جانتے تھے شور قیامت بپا ہوا

حضرت آصف سیخنپوری

پھر ملا مجھکو دل لگانے سی	اون کو نفرت ہی مجھ تک آنیسے
ہے مجھے انتظار قاصد کا	جا ابھی موت تو سرہانی سے
شکوہ مانگا جو یار سے بوسہ	سو رہے نیند کے بہانیسے
اونکے پاؤں پہ سر نثار کیا۔	اُترا اک بوجھ میرے شانیسے
باتیں اب تک ہیں اُنمیں بچپن کی	رونے لگتے ہیں وہ منانیسے
مہندی ملنے سی کھل گیا مجھپر	خون کرینگے اسی بہانیسے
جب دیا غسل میری میت کو	سب گنہ دھو گئے نہانیسے

کیا ملے گا وہاں نہ جا آصف
لوگ نالاں ہیں تیرے آنیسے

حضرت جواد لکھنوی

رات فرقت کی تڑپنے مین بسر کرتے ہین	نالہ و آہ مین ہم شب کو سحر کرتے ہین
اون کے کوچہ مین کبھی ہم جو گذر کرتے ہین	ناپے پہلے سے اُنہین جا کے خبر کرتے ہین
آپ ہی آپ چلی جاتے ہین محفل مین رقیب	مسکرا کر وہ نظر ہم پہ اگر کرتے ہین
بے خودی مین جو کبھی شکوہ زبان سے نکلا	ہای جا جا کے رقیب اونکو خبر کرتے ہین
ہر صنم مین نظر آتی ہے خدا کی قدرت	ہم کبھی دیر مین جا کر جو نظر کرتے ہین
قصر سے ہم کو نہ مطلب ہے نہ شاہی سے غرض	کنج عزلت مین فقیرانہ بسر کرتے ہین

رات کو بھی نہین منزل پہ ہین دم لیتے جواد
صفتِ ریگ روان ہم جو سفر کرتے ہین

حضرت عرفان دانا پوری

لطف عشاق کو ہے عشق مین جل جانے سے	عشق بازی کا مزا پوچھے پروانہ سے
حضرت دل سے غرض ہے تری طالب کو صنم	نہ انہین کعبہ سے مطلب ہے نہ بتخانہ سے
جلوہ گر یان بھی ہے ہر لحظہ وہ رشک حورا	خلد کس بات مین اچھا ہے مری کاشانہ سے
کوچۂ عشق کی منزل بھی عجب ٹیڑھی ہے	خضرؑ عاجز رہے اُس راہ کے بتلانے سے
عید کے دن جو سوئے بتکدہ ہم مست گئے	دل ملا شیشے سے آنکھین ملین پیمانے سے

نغمہ زن ہوتے ہو بلبل کی طرح سے عرفان
کیا ہوا لگ گئی گلشن کی ہوا کہان سے

حضرت رحمت بنارسی

چلن زمانے میں پھیلا ہے بیوفائی کا	یقین کسپہ کیا جائے آشنائی کا

پچلے وہ اُٹھ کے جو پہلو میرے دل نے کہا
دکہاتے جاؤ کچہ انداز دل رُبائی کا ٭

اسیر زلف ہوا ہون ہر ایک غم سے چھٹا
خدا کرے کہ نہ ہو سلسلہ رسائی کا

وہ ہر سخن پہ بگڑتے تھے ہم مناتے تھے
عجب مزا تھا شب وصل مین لڑائی کا

مجھے بھی شوق شہادت ہے دیکھو او قاتل
جو حوصلہ ہے تجھے تیغ آزمائی کا ٭

کسی کا ہاے شب وصل مجہ سے یہ کہنا
بڑا قلق تھا مجھے بھی تری جدائی کا

ہمارے آئینۂ دل کو رکھو پیش نظر
ہوا ہے شوق اگر تمکو خودنمائی کا

سُنی جو آہ مری یہ کہا خفا ہو کر ٭
اسی گھمنڈ پہ دعوے تہا آشنائی کا

اگرچہ سنگ در یار گھس گیا رحمت
مٹا نہ شوق مگر اپنی جبہہ سائی کا

جناب شاغل صاحب

بیکسون نے اُسکے آگے جسگھڑی سر رکھدیا
رحم کہا کر ہاتھہ سے قاتل نے خنجر رکھدیا

ہم تو پڑہوائین فرشتون سے پڑہا جائی اگر
دیکھکر سوم تنہ خطِ مقدر رکھدیا ٭

ساغر خالی مین کیا ہے جو پئین ہم بادہ خوار
سامنے بیچارون کے کیا خاک پتھر رکھدیا

وہ ہی گردش کا تیری آنکہو نکی جانے ماجرا
جس نے دور چرخ گرد و نمین یہ چکر رکھدیا

تیرے کوچہ مین اُٹھایا ہے یہ دیوانون نے شور
جیسے لاکر عرصۂ میدان محشر رکھدیا

گوشوارہ میں نکلے تیری موتی جو چھپکے ای پری
سیپ نے دریا سے باہر آب گوہر رکھدیا

اب تو شاغل اُس در دولت سے اوٹھ سکتے نہین
سوچ کر کچھ ہم فقیرون نے یہے بستر رکھدیا

غزل شاغل

خفا ہو گئے جب خفا ہونے والے — مقدر کو روتے رہے رونے والے

پھر آتا ہوا جا تو گردن پہ خنجر — گلے مل کے مجھ سے جدا ہونے والے

تمہاری نگہ میں ہے جادو غضب کا — نہ تم سحر والے نہ تم ٹونے والے

بجا ہے عدو کی شکایت کہ بیجا — اجی کون ہے تم خفا ہونے والے

مری لاش پر آکے کہنا کسی کا — ملا کیا تجھے نقد جاں کھونے والے

وہ ہنس ہنس کے دیکھا کیے یہ تماشا — سر بزم رویا کیے رونے والے

نرا ہو اگر حشر میں بھی تو یا ئیں — تغافل سے مجھ کو یہاں کھونے والے

جدا ہو گئے سامنا ہے غضب کا — لپٹ کر گلے سے مرے سونے والے

جو میں یاد آیا پس مرگ شاغل — لحد پر مرے رو گئے رونے والے

فضا جناب منشی محمد محبوب علی صاحب حیدرآبادی خلف جناب محمد اعظم صاحب

کس پہ احسان کرو گے یہ ستم میرے بعد — کس پہ چمکاؤ گے یہ تیغ دو دم میرے بعد

روح تڑپے گی لحد میں پس مردن میری یار — کچھ نہ کیجے گا مرے مرنے کا غم میرے بعد

کون ہوگا ہدف جور و جفا میری طرح — کس پہ برساؤ گے یہ تیر ستم میرے بعد

جاتے ہیں غیر کے گھر میرے جلانے کے لئے — گھر سے باہر نہ وہ رکھیں گے قدم میرے بعد

یاد آئیں گی حسینوں کو وفائیں میری — روئیں گے بیٹھ کے سب اہل ستم میرے بعد

پس مردن مری تربت پہ بھی آ جائے گا — مرے عیسیٰ کبھی کیجے گا کرم میرے بعد

آپ کی جان ہی دور آپ پہ صدقے ہو جوں میں — کچھ نہ کیجے گا مرا رنج و الم میرے بعد

عیوض جور و جفا مہر و وفا کیجے حضور — کام کیا آئے گا پھر لطف و کرم میرے بعد

میرے ہی دم سے قضا گرم ہے بازار سخن
ہونگے افسوس کہان اہل قلم میرے بعد

مری گھر بھی کبھی تشریف لاؤ میہمان ہوکر
دل ناشاد عاشق کیجیے خوش مہربان ہوکر

ہنسو بولو کرو باتین خوشی کی بزم عشرت مین
بھلا خاموش کیون بیٹھی ہو ایسے بے زبان ہوکر

دم رفتار قامت پر قیامت صدقی ہوتی ہی
لڑکپن مین تو آفت ہین غضب ہونگی جوان ہوکر

رہی باقی کدورت دل مین اونکی میرے جانب سے
ملے وہ صاف ہونی پر بھی مجھ سے بدگمان ہوکر

بہار آتے ہی دیوانے ہوئے پھر زلف کے قیدی
اوڑی دست جنون سے جیب و دامان دھجیان ہوکر

یہی تھا اضطراب دل تو اک دن سوز فرقت مین
طپش دل کی دکھائیگی تماشہ بجلیان ہوکر

جو آئے جوش پر دریا ہماری چشم پرنم کا
بہینگے اشک آنکھون سے ہماری ندیان ہوکر

کیا یہ زار زور ضعف نی بیمار فرقت کو
قدم اوٹھتا نہین راہ طلب مین ناتوان ہوکر

گرہ اٹھتیسوین تھی اے قضا یہ شاہ آصف کی
اوٹھے کیون کر نہ شور تہنیت حسن بیان ہوکر

درد مندون سے نہ پوچھو کہ وہ کیا کرتی ہین
رات دن ہای خدا ہاے خدا کرتے ہین

جھوٹے وعدون سے تسلی وہ دیا کرتے ہین
چٹکیان میرے کلیجے مین لیا کرتے ہین

گدگداتی ہے طبیعت تو نہین چھیڑ کی ہم
گالیان صبح و مسا خوب سنا کرتے ہین

کیا برا بوسۂ رخسار اگر ہم نے لین
جانتے تو ہین کہ انسان خطا کرتی ہین

بات کرتے نہین بیٹھے ہین جھکائی سر کو
وہ شب وصل بھی عاشق سے حیا کرتی ہین

حال دل اون کو سناؤن تو سناؤن کیونکر
جنبش لب پہ وہ سر تن سے جدا کرتی ہین

بات کا میری اثر ہو تو اونہین کیونکر ہو
روز و شب غیر کی پٹی وہ پڑھا کرتے ہین

ان دنون مشق ستم مد نظر ہے اون کو
روز عشاق کے سر تن سے جدا کرتے ہین

صور کا شورش خلخال پہ ہوتا ہے گمان
دم رفتار قیامت وہ بپا کرتے ہین

آئیے پھر خدا پر دیسے یا حضر صاحب
اپنے عاشق سے بھلا کوئی چھپا کرتے ہین

ان سی بھر جائے جہان بھی تو نہین کچھ پروا
یہ وہ ظالم ہین کہ اپنا ہی کہا کرتے ہین

پار اترتے ہین وہی بحر محبت سے قضا
عشق جانان مین جو ہستی کو فنا کرتے ہین

دم لبون پر تھا جو ہجر یار سے ؎
آ گئی جان شربت دیدار سے

دیکھ ہان اے شوق الفت حشر تک
سر نہ اٹھے زانوئے دلدار سے

حضرت ناصح عمل ہی شرط ہے
فائدہ کیا جبہ و دستار سے ؎

اے فلک جل کر دھوان ہو جائیگا
آہ نکلے گر دل افگار سے ؎

یہ تو سنتے ہین قیامت آئے گی ؎
حشر برپا ہے تری رفتار سے

حسن کا صدقہ الٹ دیجے نقاب
شرم کیسی طالب دیدار سے

وصل مین کس ناز سے کہتے ہین وہ
تنگ ہین پازیب کی جھنکار سے

مہر و مہ بھی ہو کے مشتاق جمال ؎
جھانکتے ہین روزن دیوار سے

دفن ہون گے مر کے بھی عاشق یہین
اوٹھتے ہین کب کوچہ دلدار سے

عشق ہین گیسو و رخ کے آج کل
چھن رہی ہے کافر و دیندار سے

کب تلک ظالم ترا مشق ستم ؎
ہو گیا غربال دل سوفار سے

میرے سر کی ہے قسم سچ سچ کہو
گفتگو کل کیا ہوئی اغیار سے

روٹھکر بیٹھے ہو کیون جی کیا ہوا
باتین تو کرتے تھے اب تک پیار سے

ایک مانون گا نہ اے جان جہان — فائدہ اِس حجت و تکرار سے
ہم تو صورت کو بھی ترسین واہ وا — وصل کے اقرار ہون اغیار سے

ق

وہ بھی کیا دن تھے کہ ہر صبح و مسا — ہم کناری تھی ہمین دلدار سے
ہوگیا وہ دفعتاً ہم سے جدا — کج روی چرخ ناہنجار سے
کیا سناؤن مین شب فرقت کا غم — آپ خود واقف ہین حال زار سے

رات دن پریون مین رہتا ہون فضاؔ
ہون سلیمان طالع بیدار سے

عشق بتان کا دل کو جو آزار ہوگیا — بیٹھے بٹھائے ہجر کا بیمار ہوگیا
کل وصل ہوگا یا تو پھر اپنا وصال ہے — اوس بیوفا سے آج یہ اقرار ہوگیا
آتا نہین ہے وہ تو اجل آئے ہجر مین — یارب مین ایسے جینے سے بیزار ہوگیا
یہ کیا غضب ہے غیر تو ہون شاد وصل سے — مین ایک بوسہ لے کے گنہگار ہوگیا
کم ظرف ہے رقیب کہ آنکھون پہ غش ہوا — لو دو ہی ایک جام مین سرشار ہوگیا
افسوس ہم سے راز محبت نہ چھپ سکا — چہرے سے حال دل کا نمودار ہوگیا
صد شکر جس کی یاد مین گذری تمام عمر — آخر کو ہم کنار وہ دلدار ہوگیا
انجان ہو کے مجھ سے یہ کہتا ہے گلعذار — سچ کہہ کہ کس کے عشق مین بیمار ہوگیا

پایا یہ فیض عشق مین اوس گل کے اے فضاؔ
دل داغ ہائے ہجر سے گلزار ہوگیا۔

ٹھمری نامعلوم

پیارو ری میرا اومنگ بھرا جوبنا
رنگ بھرا جوبنا ڈھنگ بھرا جوبنا

چھتیاں اوبھار دھارو

حسین تکتے ہیں وہ سامنے ہمارے ہیں
کہ آگے چاند کے جیسے چمکتے تارے ہیں

رنگیلی رسیلی چھبیلی سجیلی مرگ لوچنی سندر موہنی

ٹھمری جناب مراد علی صاحب مراد

دو مت جا ہو سے صنم سنگاتی ؂
پردیس مت جا رے -

میں سوتی تھی اپنے آنگن وا ؂
سینے میں آکر لگائے گلے چھاتی

پیت کرے کی واریت یہی ہے
تم تو ہو غیروں کے سنگاتی

مراد پیا نے وصل کی شب مل
جھٹ پٹ کر دل لئے سنگاتی

ٹھمری ایضاً

پیار ہو نینان نہانا ہو گا ؂
غم جو ہو گا اوٹھانا ہو گا ؂

عاشق کو بوسہ شیریں لبوں کا
دینا بھی ہو گا دلانا ہو گا - پیار ؂

بھر بھر کے جام شراب محبت
پینا بھی ہو گا پلانا ہو گا - پیار ؂

چرچے تو اُلفت کے یہی رہیں گے | ہم نہیں ہونگے زمانہ ہوگا پیارے

ٹھمری نامعلوم

دل ناداں کو ہم سمجھائے جائینگے

بہر ہیں جن کے جان جلی ہے	نہ وہ اہل ستم کہوائے جائینگے
سخت پتھر سے زیادہ ہے ترا دل قاتل	ہوگی آسان نہ جانباز کی مشکل قاتل
نہ کیا ذبح گیا چھوڑ کے بسمل قاتل	دھن زخم پکار اٹھا قاتل قاتل

اُف رے بیدرد ستم پیشہ و جاہل قاتل

کسے زخم جگر کے یہ چیر کے دکھائے جائینگے	دل نادان کو ہم سمجھائے جائینگے

بالخیر



بمبئی

۱۳۲۱ھ